

گزشتہ نصف صدی سے امت کے زوال کا سفر (حصہ اول)

1967 میں عرب اسرائیل جنگ ہوئی، اس میں مصر، اردن اور شام شامل تھے، اس جنگ میں عرب ممالک کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ مصر کے وسیع علاقے صحرائے سینا، شام کی طرف سے گولان کی پہاڑیوں اور غرب اردن کے کافی علاقے پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا۔ اردن کے اسی مقبوضہ علاقے میں سے غزہ کی پٹی کو بعد میں فلسطینی اتھارٹی کے کنٹرول میں دیا گیا۔ مصر کے سابق صدر انور سادات نے 1978 میں کیمپ ڈیوڈ میں کم تر پوزیشن میں امریکی صدر جیمی کارٹر کی سربراہی میں اسرائیلی وزیر اعظم مینکھیم بیگن کے ساتھ معاہدہ کیا اور بمشکل اپنا علاقہ واپس لیا۔ گولان کی پہاڑیوں پر بدستور اسرائیل قابض ہے اور وہ فلسطینی علاقوں میں یہودی بستیوں بھی بسا رہا ہے تاکہ آبادی کے توازن کو بدلا جاسکے، حال ہی میں امریکہ بیت المقدس کو اسرائیل کا دار الحکومت تسلیم کر چکا ہے۔ 1971 میں بھارت کی سازش، فوجی یلغار، اپنوں کی جفا اور اپنی غلطیوں کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ملک سے کٹ کر جدا ہو گیا، پھر بنگلہ دیش کی صورت میں بھارت نواز پاکستان دشمن اور دستوری طور پر سیکولر ملک بن گیا۔ جنہوں نے بنگلہ دیش کی تحریک آزادی میں پاکستان کا ساتھ دیا تھا، حسینہ واجد کی حکومت نے گزشتہ چند سالوں میں ایک ایک کر کے ان کو پھانسی پر چڑھایا، لیکن پاکستان ریاستی سطح پر کوئی مؤثر احتجاج بھی نہ کر سکا۔ اس سے ایک دل شکن مثال قائم ہوئی کہ جب پاکستان کا ساتھ دینے والوں کو مشکل وقت میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے، پاکستان سے وفا کے جرم میں لوگوں کو سزائے موت دی جائے، عملی اقدام تو درکنار ریاستی سطح پر علامتی احتجاج کی نوبت بھی نہ آئے، تو آئندہ اس طرح کی صورت حال میں لوگ پاکستان کا ساتھ دینے سے پہلے اپنے ممکنہ انجام کے بارے میں سوچیں گے۔

افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کو 1973ء میں معزول کر کے سردار محمد داؤد خان نے اقتدار پر قبضہ کر لیا، پھر جب اس نے خود کو کمزور محسوس کیا تو پاکستان کی طرف جھکاؤ ظاہر کیا، لیکن اس دوران بائیس بازو کی سوویت نواز جماعت پپلز ڈیموکریٹک آف افغانستان کے نور محمد ترکئی نے سردار داؤد خان کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ یہ کمیونسٹ جماعت خلق اور پرچم دودھڑوں پر مشتمل تھی، پھر نور محمد ترکئی قتل کر دیے گئے اور حفیظ اللہ امین اقتدار پر فائز ہوئے، پھر ان کو بھی پھانسی دے دی گئی اور 1979 میں سوویت یونین کی افواج افغانستان میں داخل ہوئیں اور ان کی طاقت سے بہرہ کار مل تخت نشین ہوا، 1987ء میں اُسے معزول کر کے ڈاکٹر نجیب اللہ

اقتدار پر فائز ہوئے، 1992 میں افغان مجاہدین نے نجیب اللہ کی افواج کو شکست دی اور ڈاکٹر نجیب اللہ کو نظر بند کر دیا، کابل پر طالبان کی حکومت قائم ہونے کے بعد ڈاکٹر نجیب اللہ اُن کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ 1979 میں روس کے خلاف افغان جہاد شروع ہوا اور 1988ء میں سوویت فوج کے اخلاک امریکہ کی قیادت میں پوری مغربی دنیا اور سعودی عرب و مصر کی سرپرستی میں مشرق وسطیٰ کے ممالک بھی اس جہاد کے پشتیبان بنے رہے۔ کسی متفقہ قیادت کے بغیر مجاہدین کے کئی گروپ بنے، ان کے بین الاقوامی روابط قائم ہوئے، انہیں اسلحہ اور مالی وسائل فراہم کیے گئے، اس زمانے میں سوویت یونین سے برسرِ پیکار افغان مجاہدین سب کے محبوب تھے، پاکستانی پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے ساتھ سعودی عرب، امارات، یورپین یونین، آسٹریلیا، کینیڈا اور امریکہ جہاں بھی جاتے، انہیں پذیرائی ملتی، انہیں ان ملکوں میں قانونی اقامت اور کاروبار کی سہولتیں میسر آتیں، سوانہبوں نے ان تمام ممالک میں اپنے کاروبار بھی جمائے۔ پاکستان کا جہاد افغانستان میں مرکزی کردار رہا، کئی ملین افغانیوں کو پناہ دی، مجاہدین کو تربیت دی، پاکستان کو فرنٹ لائن اسٹیٹ کا لقب ملا۔ بظاہر افغانیوں کو پاکستان کا ممنون ہونا چاہیے، مگر آج پاکستان ان کا مغضوب ہے اور انڈیا ایک بھی جان کا نقصان اٹھائے بغیر کابل میں بیٹھا ہے۔

میخائل گورباچوف سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے سیکرٹری جنرل بنے تو انہوں نے پہلی بار کھلے پن اور عملیت کو اپنی پالیسی کا محور قرار دیا، لیکن اپنے توسیع پسندانہ عزائم اور معاشی ضعف کی وجہ سے سوویت یونین اپنے وجود کو قائم نہ رکھ سکا، اُسے 1988 میں افغانستان سے اپنی فوجوں کو ناکام و نامراد واپس بلانا پڑا، آخر کار سوویت یونین تحلیل ہو گیا اور رشین فیڈریشن کے صدر بورس یلسن نے برطانوی ”دولت مشترکہ“ کے طرز پر ایک تنظیم قائم کی اور سوویت یونین سے آزاد ہونے والی ریاستوں کے ساتھ اشتراکِ عمل کا ایک فورم بنایا۔ وسطی ایشیائی ریاستیں ازبکستان، تاجکستان، قازقستان، کرغیزستان، آذربائیجان اور آرمینیا آزاد ہو گئے۔ اسی طرح یوکرین، بیلاروس، جارجیا، استونیا، لٹویا، لٹھونیہ، مالدو یا بھی آزاد ہوئے۔ دیوارِ برلن گر گئی اور جرمنی متحد ہو گیا، پولینڈ بھی آزاد ہو گیا اور چیکو سلواکیا آزاد ہو کر اپنا اتحاد قائم نہ رکھ سکا اور چیک اور سلواکیہ ریاستوں میں منقسم ہو گیا۔ اسی طرح یوگوسلاویں فیڈریشن بھی بوسنیا ہرزیگووینا، کرویئشا، سربیا، سلوینیا، مسوڈونیا، مونٹینگرو اور کوسوو میں منقسم ہو گئی۔ وسطی ایشیائی مسلم ممالک آزاد تو ہو گئے، لیکن تاحال وہ رشین فیڈریشن ہی کے زیرِ اثر ہیں، ان کا ریاستی نظام روسی زبان میں چل رہا ہے، نظام آمرانہ ہی ہے اور سوویت دور کی باقیات ہی ان ممالک پر حکمران ہیں۔ شروع میں بعض تبلیغی و جہادی تنظیموں اور سلفیوں نے ان ممالک میں کسی حد تک نفوذ کیا، لیکن پھر جہاد اور فساد غلط ملط ہو گئے اور روایتی حکمران انہیں اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے لگے، اس لیے سوویت یونین کے زوال کے بعد ان ممالک میں وقتی طور پر مذہب کے نفوذ یا غلبے کے جوامکانات پیدا ہوئے تھے، وہ اپنوں کی نادانیوں کے سبب معدوم ہو گئے، بلکہ اب ازبکستان میں تو اٹھارہ سال سے کم عمر کے نوجوانوں کو مساجد میں جانے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ سلفیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے ایجنڈے میں مسلک کو بھی سرمائے کے بل پر برآمد کرنا اور مسلط کرنا ہوتا ہے، اس لیے اب ان سے سب خطرات محسوس کر رہے ہیں، حال ہی میں سعودی شہزادے ولی عہد محمد بن سلمان نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور ایک معروف کالم نگار نے شہزادہ بندر بن سلطان کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ گورباچوف کو افغانستان سے سوویت افواج کے انخلاء پر آمادہ کرنے کے لیے گئے تو ابتدائی مصنوعی رعونت کے بعد گورباچوف نے اس شرط پر آمادگی ظاہر کی کہ ان کے لیے باعزت واپسی کی صورت پیدا کی جائے، لیکن

ظاہر ہے شکست اور عزت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

افغانستان سے سوویت افواج کا انخلا بے حد غلبت میں کیا گیا، سوویت یونین کو اپنے معاشی شعبہ اور امریکہ کو اشتراکی نظام پر اپنی فتح کے چھنڈے گاڑنے کی وجہ سے انخلا کی جلدی تھی، اس لیے افغانستان میں کوئی متبادل نظمِ اجتماعی قائم کر کے مجاہدین کو اُس میں جذب کیے بغیر انخلا سے ملک میں خلا پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں ڈاکٹر نجیب اللہ کی افواج اور افغان مجاہدین کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی جو کہ ڈاکٹر نجیب اللہ کی شکست تک جاری رہی۔ مجاہدین کی حکومت قائم ہونے کے بعد شروع میں صیغۃ اللہ مجددی اور اس کے بعد برہان الدین ربانی کی صدارت میں ایک ڈھیلا ڈھالا حکومتی ڈھانچہ قائم ہوا، مگر وہ بے اثر ثابت ہوا اور پھر ملک مختلف علاقوں کے دارلارڈز کے کنٹرول میں آ گیا۔ یہ دور بد نظمی، افراتفری اور انتشار کا دور تھا، لوگ اس سے عاجز تھے۔ اس پس منظر میں اچانک ملا محمد عمر کی قیادت میں تحریک طالبان افغانستان نمودار ہوئی اور رفتہ رفتہ پورے افغانستان کا کنٹرول سنبھال لیا۔ 1996ء میں سابق تاجک جہادی لیڈر احمد شاہ مسعود کی قیادت میں طالبان مخالف دھڑوں نے ایرانی حکومت کے تعاون سے شمالی اتحاد کے نام سے مزاحمتی اتحاد بنایا، رشید دوستم، کمانڈر رفیم، جنرل عبدالملک اور ہزارہ بھی اس میں شامل تھے، اس کے باوجود طالبان ملک کے پچانوے فیصد حصے پر قابض ہوئے، 2001ء میں انجینئر احمد شاہ مسعود افغانستان کے صوبے تخار میں ایک دہشت گرد حملے میں قتل کر دیے گئے۔ طالبان کے دور میں افغانستان میں کافی حد تک امن قائم رہا، اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ اور عاجلانہ انصاف کے نتیجے میں جرائم کافی حد تک کم ہو گئے، پوست کی کاشت اور افیون کی پیداوار پر قابو پالیا گیا۔ لیکن چونکہ دنیا بھر سے آئے ہوئے جہادی گروپ القاعدہ کی چھتری تلے افغانستان اور اس سے متصل قبائلی علاقوں میں موجود تھے، لہذا اسامہ بن لادن کی قیادت میں انہوں نے یہاں بیٹھ کر اپنے عالمی ایجنڈے پر عملدرآمد جاری رکھا، آخر کار نائن الیون کا واقعہ ہوا اور امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت اکتوبر 2001 میں ایک لاکھ چالیس ہزار مسلح افواج، جدید حربی وسائل اور سائنس و ٹیکنالوجی کی برتری کے ساتھ افغانستان پر چڑھ دوڑا، طالبان کی حکومت ختم ہو گئی، وہ روپوش ہو گئے اور پھر پانچ سال کے اندر انہوں نے دوبارہ زیر زمین اپنی تنظیم قائم کر کے گوریلا کارروائیاں شروع کر دیں اور یہ آویزش تاحال جاری ہے۔

ملا عمر اور طالبان نے اپنی حکومت گنوا نا اور ایک طویل ابتلا کو برداشت کرنا گوارا کیا، لیکن اسامہ بن لادن اور القاعدہ قیادت کو امریکہ کے حوالے کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، آیا یہ فیصلہ افغانستان کے وسیع تر مفاد، خود طالبان کے مستقبل اور دینی حکمت کے مطابق درست تھا یا غلط، اس سوال کا جواب تاریخ پر قرض ہے۔ اُس وقت کے فوجی حکمران اور ہمہ مقتدر جنرل پرویز مشرف امریکہ کے آگے سرنگوں ہو گئے، پاکستان کے ہوائی اور بحری اڈے، زمینی راستے اور سراسر رسانی کی معلومات امریکہ کو فراہم کرنے سمیت تمام شرائط قبول کیں اور اس مکمل خود سپردگی کے بارے میں چند سطور پر مشتمل کوئی تحریری میثاق یا دستاویز ریکارڈ پر موجود نہیں ہے کہ یہ سب کچھ کن شرائط پر ہوا۔ جنرل پرویز مشرف نے یہ تمام اقدامات ”سب سے پہلے پاکستان“ کے خوبصورت سلوگن میں لپیٹ کر کیے، اس کے نتیجے میں وقتی طور پر ان کی حکومت امریکہ کے لیے قابل قبول ہو گئی، ان کے اقتدار کو دوام ملا اور پاکستان طویل ابتلا کے دور میں داخل ہو گیا، تاحال بظاہر اس ابتلا کے خاتمے کی کوئی امید نظر نہیں آرہی۔ یہ بات لکھ چکا ہوں کہ عالم عرب امریکہ اور مغرب کے جدید تسلط کا نکتہ آغاز صدام حسین کا 1980 میں ایران اور کویت پر حملہ تھا، عالم عرب میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اسی کا منطقی نتیجہ ہے۔

